موجودہ قابل مذمت روش کو ہوا دینے میں ''میڈیا'' کا کردار بھی کسی فریق سے کم نہیں۔ ان کا کوہستان وچلاس کے مظلومین سے اظہار ہمدردی تو بالکل بجاہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم بھی ان کا بھرپور ساتھ دے چکے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ لیکن گلگت سے ہونے والی شرارت کی ابتدا، پھر اتحاد چوک میں ہونے والی دہشت گردی کو طاقِ نسیان میں دبائے رکھنا اور اہلیان چلاس کا سینکڑوں مسافروں کو بحفاظت جگلوٹ پہنچانے کا شایانِ شان تذکرہ نہ کرنا صحافت کے زرین اصولوں کے منافی نہیں تو کیا ہے؟

معاشرے کے اس ذمہ دارترین گروہ کو چاہیے کہ خواہش کو خبر بنانے اور جانبداری کرنے سے باز آجائے۔ ان دہشت گردانہ واقعات میں گلگت شہر کے فسادات کا بنیادی کردار ہے، جہاں امن وامان کا قیام ہمیشہ سے یکطرفہ کارروائی اور جانبداری کے ہتھے چڑھ کرنا کام ونامراد ہورہا ہے۔ حکومت ایک فریق کی چکنی چپڑی باتوں سے فریفتہ ہوکر دل اور زبان میں یگانگت رکھنے والوں کو دبائے رکھنے کی پالیسی پر گامزن رہتی ہے۔ اور سینکڑوں بار کے تجربات کے باوجود یہ حقیقت نظرانداز کرتی ہے کہ:

''عدل وانصاف قائم کیے بغیر امن ورواداری ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔''

ان افسوسناک سانحوں میں پروپیگنڈوں نے بھی جلتی پرتیل کا کام کیا۔ بیسیوں افراد کی ہلاکت کی روح فرساخبریں گشت کرتی رہیں، جس نے تمام لوگوں کو بےچین ومضطرب رکھا۔ ایس ایم ایس کے ذریعے بھی اشتعال دلانے کی دانستہ کوشش کی گئی۔ جب صورتحال واضح ہوئی تو معلوم ہوا کہ بدنیت انتہاپسندوں نے بات کو بتنگڑ بنا رکھا تھا۔ حکومت کو چاہیے کہ ایسے پروپیگنڈا کرنے والوں کا فوری پتہ کرکے دہشت گردی کا مقدمہ قائم کرلے۔

اگر ہمیں اپنے وطن عزیز کو خطرناک بین الاقوامی دشمنوں کے مکروہ عزائم سے محفوظ رکھنا ہے، تو پہلے اس سرزمین کو ''آستین کے سانپوں'' سے پاک کرنا ضروری ہے۔ دہشت گرد اور انتہاپسند ہر معاشرے میں اکادکا افراد ہوتے ہیں؛ وہ کسی بھی سطح پر ہمدردی اور حمایت کے حقدار نہیں۔ حکومت اور سیاسی ومذہبی قائدین ان کی حمایت ترک کریں تو انسانی معاشرے کو ان درندہ صفت دہشت گردوں کے وجود سے پاک کرنا بہت آسان ہے۔ اگر وطن عزیز کی آزادی کا تحفظ مطلوب ہے تو اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

درس قرآن

تراثِ رحمانی در فوائدِ قرآنی

دکتور/اسماعیل محمد امین

ارشادالٰہی ہے:﴿واتقوا یوماً لا تجزي نفس عن نفس شيئاً ولا يقبل منها شفاعة ولا يؤخذ منها عدل ولاهم ينصرون ۝﴾[البقرة:٤٨] ''اوراس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی، نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

سابقہ آیات سے ربط، سبب نزول اور مختصر تفسیر:

بنی اسرائیل کے بارے میں کلام مجید کا تسلسل باقی ہے۔سابقہ آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو اسلوب ترغیب کے ذریعے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے دوبارہ نعمتوں کی یاددہانی کی گئی۔زیرِ تفسیر آیت مبارکہ میں اسلوب ترہیب کے ساتھ بنی اسرائیل کو قیامت کے ہولناک عظیم دن سے ڈرایا جارہا ہے۔

آیت مبارکہ کے سبب نزول کے بارے میں امام ابن عطیہ اور امام قرطبی نے مفسرین سے یہ نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ زعم تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، لہٰذا ہم کتنے ہی گناہ کرلیں ہمارے بزرگ اور آباء واجداد ہمیں بخشوا لیں گے۔آیت مبارکہ میں ان کے اسی باطل گمان کی تردید کی گئی ہے۔

(اتقوا) صیغہ امر ہے جو وعید کا معنٰی ادا کررہا ہے۔(اتقوا یوماً) یعنی روزِ قیامت کی ہولناکیوں، اس کے حساب اور عذاب سے بچو۔اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس دن کی خوب تیاری کی جائے۔(لا تجزي نفس عن نفس شيئاً) یہ قیامت کے دن کی ایک صفت ہے۔(لا تجزي) ''الجزاء'' سے ہے اور اصل کلام عرب میں (جزاء) القضاء والتعویض یعنی ادا کرنے اور بدلہ دینے کے معنٰی میں آتا ہے۔اسی سے کہا جاتا ہے:(جزيت دَينه) میں نے اس کا قرضہ ادا کیا (جزى الله فلانا عني خيرا) میری طرف سے فلان کو اللہ تعالیٰ خیر کا بدلہ دے۔(لا تجزي) کے بعد (ها) ضمیر اور بعض نے (فيه) مستتر مانا ہے، دونوں کا مرجع۔(یوماً) ہے (لا تجزي نفس عن نفس شيئاً) میں (نفس) اور (شيئاً) دونوں نکرہ ہیں۔اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ نفی کے سیاق میں جب نکرہ آئے تو عموم کا معنی دیتا ہے۔(نفسٌ عن نفسٍ) یعنی کوئی بھی نفس کسی بھی نفس کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔(شيئاً) اس تنکیر میں تحقیر کا معنی پایا جاتا ہے۔

یعنی معمولی سی حقیر چیز بھی ۔نکرہ لانے کا یہ بھی فائدہ ہے کہ انہیں قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے علاوہ دوسرے راستوں سے مکمل ناامیدی ہو۔

(لا تجزي) کے معنی میں سلف سے متعدد روایات منقول ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص کے گناہ کی پاداش میں دوسرے کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔کوئی نفس اگر چہ اللہ کے ہاں کتنے ہی بڑے مقام والا ہو جیسے کہ انبیاء اور صالحین ہیں ، کسی بھی نفس سے ،اگر چہ وہ اس کا رشتہ دار یا اولاد ہو کچھ فائدہ نہیں دے سکے گا اور کوئی بھی کسی کی طرف سے کچھ بھی ادا نہیں کر سکے گا اور اس سے کچھ بھی کافی نہیں ہوگا۔اسی آخری مفہوم کو امام طبری اور امام قرطبی نے راجح قرار دیا ہے۔

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہم میں سے کوئی اپنے باپ کا یا بیٹے کا قرضہ ادا کرتا ہے؛ جبکہ قیامت کے دن باپ کی خواہش یہ ہوگی کہ اس کا اپنے بیٹے پر کوئی حق ثابت ہو، پھر اس سے کوئی نیکی مل جائے۔اسی طرح بیٹے کی اپنے باپ کے بارے میں یہی خواہش ہوگی۔ کیونکہ اس دن حساب و کتاب کا انحصار نیکی اور گناہ پر ہوگا؛ جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:"**من كانت عنده مظلمة لأخيه فليتحلله منها اليوم، فإنه ليس ثم دينار ولا درهم، من قبل أن يؤخذ لأخيه من حسناته فإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات أخيه فطرحت عليه**" [البخاري ح ٦٥٣٤]

"جس شخص پر اس کے مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو اس نے ظلم سے لیا ہو تو وہ (دنیا میں ہی) اس سے معاف کرا لے؛ کیونکہ قیامت کے دن دینار و درہم نہیں چلے گا۔اور اس وقت سے پہلے اپنا حساب معاف کرا لے جب وہ مظلوم اپنے ظالم سے نیکیاں لے گا ،اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اپنی برائیاں اس کے اوپر ڈال دے گا۔"

(ولا يقبل منها شفاعة) میں (ولا تقبل) تاءِ تانیث کے ساتھ بھی ایک قرأت وارد ہوئی ہے۔(ولا يقبل) کی نسبت (شفاعة) کی طرف ہے اور وہ مؤنث ہے (ولا يقبل) مذکر ہے،لیکن اس کا نائب الفاعل مؤنث ہے۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ نحوی قاعدے کے مطابق اگر فعل اور فاعل یا نائب فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو ان کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری نہیں۔اور بعض نے (شفاعة) کو بمعنی " شفيع "کہا ہے جو کہ مذکر ہے۔ **والله أعلم**

(منها) کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں:(۱)(لا تجزي نفسٌ عن نفسٍ) میں سے (نفسٌ) جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر کوئی نفس سفارش کرے بھی تو وہ مقبول نہیں ہوگی۔(۲) دوسرا (نفسٍ) اس کا مرجع ہے،یعنی اگر کوئی نفس کوئی سفارشی لے کر آئے تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔

(شفاعة)شفع لي فلان سے مصدر ہے اور یہ (الشَفع) سے مأخوذ ہے، جو (وتر) کی ضد ہے۔(شَفع) دو یا جفت کو کہا جاتا ہے۔جس کے لیے سفارش کی جاتی ہے وہ اکیلا تھا، جب سفارش کرنے والا اس کے ساتھ ملتا ہے تو وہ دو ہو گئے۔ اسی سے (حق شفع) بھی ہے کیونکہ حق شفعہ سے اپنے شریک کے مال کا حصہ اپنے حصے میں ملایا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے (استشفعته) یعنی میں نے اس سے سفارش کرنے کے لیے کہا، کیونکہ سفارش کرنے والا اپنے مقام ومرتبہ کو سفارش طلب کرنے والے کے رتبہ کے ساتھ ملا کر جس سے کام کروانا ہو اس کے پاس پیش کرتا ہے۔کوئی فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے بچانے کے لیے کسی غیر کو واسطہ پکڑنا "شفاعت" کہلاتا ہے۔

(ولا یؤخذ منها عدل) میں (یؤخذ)أخذ سے مأخوذ ہے، جو حاصل کرنا اور لینا کے معنی میں ہے۔(منها) ھا کی ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے۔(عدل) عوض، بدلہ اور فدیہ کو کہا جاتا ہے۔امام ابن جریر فرماتے ہیں: کسی چیز کا فدیہ اور بدلہ اس کے برابر ہو؛ لیکن اس کے ہم جنس نہ ہو اس کو (عَدل) کہا جاتا ہے؛ لیکن اس کے ہم جنس بھی ہو تو اس کو (عِدل) کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض عرب نے فدیہ کے معنی پر بھی عِدل کا اطلاق کیا ہے۔

(ولاھم ینصرون) ھم ضمیر کا مرجع یا تو کفار اور مشرکین ہیں؛ کیونکہ وہی لوگ اس آیت مبارکہ کے مصداق ہیں، یا آیت میں مذکورہ (نفس) ہے۔چونکہ (نفس) میں عموم کا معنی موجود ہے، اس لیے ضمیر (ھم) جمع لائی گئی ہے۔اور "نفس" مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔(ینصرون) نصر سے مشتق ہے، اسی سے "انصار" (مددگار) ہے۔یعنی قیامت کے دن انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے کوئی مددگار میسر نہیں آئے گا۔شیخ السعدی فرماتے ہیں: (ولا تجزي نفس عن نفس) سے مراد یہ ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کو فائدہ دینے میں کچھ کام نہیں آئے گا۔(ولاھم ینصرون) سے مراد کسی عذاب کو دور کرنے میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔[تفسیر الطبری، القرطبی، ابن عطیه، ابن کثیر، شوکانی، السعدی، القاسمی، ابن العثیمین]

آیت مبارکہ سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبر1: قرآن مجید میں ترغیب اور ترہیب کے اسلوب کا فائدہ: سابقہ آیت اور زیر تفسیر آیت مبارکہ کے درمیان مناسبت پر غور کرنے سے ترغیب وترہیب کا فائدہ سامنے آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں موجود بنی اسرائیل کو اسلوب ترغیب کے ساتھ اسلامی دعوت پیش کرتے ہوئے ان کے آباء واجداد پر کیے

ہوئے انعامات یاد دلائے ۔لیکن مذکورہ آیت میں دوسرے انداز یعنی اسلوب ترہیب سے انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہیں اس عظیم ہولناک دن سے ڈرتے ہوئے نبی آخرالزمان ﷺ پر ایمان لانا چاہیے ۔یہ وہ دن ہے جس میں عذاب سے بچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ''ایمان صحیح اور عمل صالح اختیار کرنا۔'' قرآن شریف کی بغور تلاوت کرنے والا قرآن مجید میں جا بجا یہ اسلوب پاتا ہے؛ جہاں ترغیب کی آیت ہے، وہاں ترہیب کی آیت بھی ساتھ ہوتی ہے۔ مذکورہ اسلوب قرآنی کی مزید اہمیت اور افادیت کے لیے ملاحظہ ہو: [مجلة التراث ۱۲/۱۰-۱۱]

فائدہ نمبر۲: ﴿واتقوا يوماً لا تجزي نفس عن نفس شيئاً...... ﴾ آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو آخرت کی ہولناکی سے ڈرایا گیا، یہ انداز ان کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ یہ تحذیر اور تنبیہ سب کے لیے ہے، جیسا کہ قرآن مجید کے دوسرے بہت سارے مقامات میں بھی یہ تحذیر آئی ہے۔ ﴿واتقوا يوماً ترجعون فيه إلى الله ......﴾ [البقرة ۲۸۱] ''اور دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' ﴿فكيف تتقون إن كفرتم يوما يجعل الولدان شيبا ۞﴾ [المزمل ۱۷] ''پھر تم اگر تم نے کفر کیا تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔'' [ابن العثيمين] ﴿يآ أيها الناس اتقوا ربكم إن زلزلة الساعة شئ عظيم ۞ يوم ترونها تذهل كل مرضعة عمآ أرضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكرى وماهم بسكرى ولكن عذاب الله شديد ۞﴾ [الحج ۱-۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے، جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہو اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔ اور آپ ان لوگوں کو نشے میں دیکھیں گے؛ حالانکہ وہ نشہ میں بالکل نہیں؛ لیکن اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہے۔''

قرآن وسنت میں آخرت کی ہولناکی سے کثرت کے ساتھ تحذیر کی غرض وغایت یہ ہے کہ لوگ اس کے لیے مکمل تیاری کریں اور ان میں روزِ آخرت کے جزاء اور سزا کا عقیدہ پختہ ہو۔ اسی عقیدے کی بنیاد اور اپنے آپ کو اس دن کی ابدالآباد رسوائی سے بچانے کے لیے اسلام کی محرمات اور منہیات سے مکمل اجتناب کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں اور اعلیٰ مقامات کے حصول کی امید رکھتے ہوئے اسلامی احکامات اور مأمورات کی پاسداری کریں۔

فائدہ نمبر۳: ﴿لاتجزي نفس عن نفس شيئاً﴾ قیامت کی ہولناکی کا ایک خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس دن کوئی

شخص کسی دوسرے کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔دنیا میں کسی کے تعلقات کتنے ہی زیادہ ٹھوس ہوں، اس کے کتنے ہی عزیز واقارب ہوں، لیکن اس کی دوستی اور رشتہ داری اللہ کے عذاب کو ٹالنے میں کچھ بھی کام نہیں آئے گی؛ کیونکہ اس دن ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ارشاد فرمایا:﴿لكل امرئ منهم يومئذ شأن يغنيه ۞﴾[عبس ۳۷] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے دوسروں سے بے پرواہ بنادے گی۔''اور فرمایا:﴿يآ أيها الناس اتقوا ربكم واخشوا يوماً لايجزى والد عن ولده ولا مولود هو جازعن والده شيئاإن وعدالله حق فلا تغرنكم الحيوٰة الدنيا ولايغرنكم بالله الغرور ۞﴾[لقمان ۳۳] ''اے لوگو! اپنے رب کی ناراضگی سے بچو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغاباز (شیطان) اللہ کے بارے میں تمہیں دھوکا نہ دے جائے۔'' ارشادفرمایا: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ [النجم] ''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' اسی وجہ سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک دفعہ اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا پھر ہر ایک کا نام لے کر فرمایا:''يا صفية عمة رسول الله لا أغني عنكِ من اللهشيئا، يا فاطمة بنت رسول الله لآ أغني عنكِ شيئا......﴾[صحیح البخاری ح ۲۷۵۳] ''اے صفیہ محمد ﷺ کی پھوپھی! کل قیامت کے دن آپ سے اللہ کے عذاب کو دور کرنے میں، میں کچھ کام نہیں آؤں گا، اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی! میں آپ کے بھی کچھ کام نہیں آسکوں گا......'' ان تمام نصوص کا خلاصہ یہی ہے کہ قیامت کے دن اگر کسی کے کام آنے والی کوئی چیز ہے تو وہ صرف ایمان اور عمل صالح ہے۔[ابن کثیر، ابن العثیمین]

فائدہ نمبر ۴: قیامت کے دن کوئی شخص کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب نہیں بچا سکتا۔ وہاں فدیہ قبول نہیں ہوگا اور بدلہ یا معاوضہ بھی نہیں لیا جائے گا۔ارشاد ربانی ہے:﴿إن الذين كفروا لوأن لهم ما في الأرض جميعا ومثله معه ليفتدوا به من عذاب يوم القيٰمة ما تقبل منهم ولهم عذاب أليم ۞﴾[المائدۃ ۳۶] ''بیشک جنہوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں کچھ ہے وہ سب اور اس کے برابر اور بھی ہوتا، کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ میں ادا کردیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''اور فرمایا:﴿فلن يقبل من أحدهم ملء الأرض ذهبا ولوافتدىٰ به﴾[آل عمران ۹۱] ''ان کافروں میں سے کسی ایک سے پوری زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگر چہ وہ فدیے میں ادا کردے۔'' مزید فرمایا:﴿وإن تعدل كل عدل لايؤخذ منها﴾

[الأنعام] "اگر وہ ہر قسم کا فدیہ بھی دے تو اس سے نہیں لیا جائے گا۔"

فائدہ نمبر۵: ﴿ولا هم ينصرون﴾ قیامت کا دن ایسا موقع نہیں کہ وہاں کوئی اپنی مرضی سے دوسرے کی مدد کر سکے؛ بلکہ کسی کو کسی دوسرے کے معاملے میں ذرا بھی اختیار نہیں ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿**من يعمل سوءاً يجز به ولا يجد له من دون الله وليا ولا نصيرا ۞**﴾ [النساء ۱۲۳] "جو کوئی بھی برائی کرے گا، اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔" اور فرمایا: ﴿**وما كان لهم من أولياء ينصرونهم من دون الله**﴾ [الشوریٰ ۴۶] "اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔"

فائدہ نمبر۶: آیت مبارکہ میں ان تمام اسباب کو جمع کر دیا گیا ہے جن کی وجہ سے دنیا میں ایک انسان جرم سے بری ہو جاتا ہے۔ دنیا میں کسی مجرم کو عام طور پر کسی کی مدد یا کسی کی سفارش یا مال دے کر چھوٹ ملتی ہے؛ لیکن آخرت میں یہ تینوں ذریعے کام نہیں آئیں گے۔ [قرطبی، ابن عطیة] کیونکہ روز قیامت محبتیں فنا ہوں گی اور رشوتیں کٹ جائیں گی اور شفاعتیں اور آپس کی امداد و نصرت نابود ہو جائیں گی۔ اللہ کی طرف سے نداء آئے گی: ﴿**وقفوهم إنهم مسئولون ۞ ما لكم لا تناصرون ۞ بل هم اليوم مستسلمون ۞**﴾ [الصافات ۲۴-۲۶] "اور انہیں ٹھہرالو کہ وہ سوال کیے جانے والے ہیں۔ (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے! بلکہ آج تو سب ہمارے سامنے سر جھکائے فرمانبردار ہو چکے ہیں۔" [الطبری]

فائدہ نمبر۷: آیت مبارکہ میں آخرت کی تیاری کرنے کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی مخلوقات پر بھروسہ نہ کرے؛ بلکہ اپنے اس اللہ سے تعلقات مضبوط کرنے چاہئیں جو تمام نفع نقصان کا اکیلا مالک ہے۔ [السعدی]

فائدہ نمبر۸: ﴿**ولا تقبل منها شفاعة**﴾ آیت مبارکہ قیامت کے دن شفاعت کی نفی کی گئی ہے، اسی طرح اللہ پاک نے دوسری جگہ فرمایا: ﴿**فما تنفعهم شفاعة الشافعين ۞**﴾ [المدثر ۴۸] "انہیں سفارشیوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی۔" اور جہنمی کہیں گے: ﴿**فما لنا من شافعين ۞**﴾ [الشعراء ۱۰۰] "ہمارے لیے کوئی بھی سفارشی میسر نہیں ہے۔" ﴿**ما للظلمين من حميم ولا شفيع يطاع ۞**﴾ [المؤمن ۱۸] "ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ سفارشی کہ جس

کی بات مانی جائے۔"

دوسرے نصوص شرعیہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیتوں میں جن لوگوں سے شفاعت کی نفی ہوئی ہے، وہ صرف کفار اور مشرکین ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿من ذا الذي يشفع عنده إلا بإذنه﴾ [البقرۃ ۲۵۵] "کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے آگے سفارش کی جسارت کرے۔" یعنی اللہ کی اجازت سے سفارش ہو سکتی ہے۔

ان تمام نصوص شرعیہ کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے علماء کرام کہتے ہیں کہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ **باطل یا منفی شفاعت:** جن آیات میں شفاعت کی نفی آئی ہے ان سے مراد کفار اور مشرکین کی مزعومہ شفاعت ہے؛ کیونکہ انہیں کفر اور شرک کی وجہ سے کسی کی سفارش مفید نہیں ہوگی، البتہ صرف ابوطالب کا اس سے مستثنیٰ ہونا ثابت ہے؛ کیونکہ انہوں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے بہت زیادہ دفاع کیا۔ آپ کی ہر ممکن حمایت کی وجہ سے آپ ﷺ ان کے لیے سفارش کریں گے، اس کے باوجود اسے جہنم سے نکالا نہیں جائے گا، لیکن اسے جہنم میں ہلکی آگ میں رکھا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی اور اسی سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا۔ [البخاری ح۳۸۸۳، مسلم ح۸۰۹-۵۱۲]

اللہ کی اجازت کے بغیر کی جانے والی مزعومہ شفاعت باطل ہے اور اسی طرح کسی نبی یا ولی اور پیرومرشد کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے جسے چاہیں گے بخشوا لیں گے۔ اسی مشرکانہ عقیدے کی وجہ سے وہ اپنے خود ساختہ سفارشی کو خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز، صدقہ و خیرات اور اپنی کچھ عبادتیں ان کے نام کر دیتے ہیں، اگر وہ فوت ہو چکا ہو، تو اس کی قبر پر چراغاں کرنے، پھولوں کی چادریں چڑھانے، عرس منانے اور مجاوری کرنے سے وہ بیچارہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے راضی کر کے یقیناً وہ اس کی سفارش کا مستحق ہو جائے گا۔ بلکہ وہ اسے اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھنے لگتا ہے۔ اسی باطل عقیدے پر رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ويعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم ويقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله قل أتنبئون الله بما لا يعلم في السموات ولا في الأرض سبحنه وتعالى عما يشركون﴾ [یونس ۱۸] "اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دیجیے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

۲۔ **صحیح اور مثبت شفاعت:** کتاب وسنت سے ثابت شفاعت کی وضاحت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے: ﴿**قل لله الشفاعة جميعاً**﴾ [الزمر ٤٤] ''کہہ دے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔'' ﴿**من ذا الذي يشفع عنده إلا بإذنه**﴾ [البقرة ٢٥٥] ''کون ہے جو اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔'' کسی کو معاف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار اور کسی کو جنت یا جہنم میں بھیجنے کا اختیار بھی صرف اللہ کے پاس ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مثبت شفاعت کا مقصد کیا ہے؟ شفاعت درحقیقت قیامت کے روز انبیاء کرام شہداء واولیاء کے لیے ایک اعزاز ہوگی؛ جو انہیں اللہ کریم کی طرف سے عطا کیا جائے گا۔ جن گنہگاروں کو اللہ کریم معاف فرمانے کا فیصلہ کر چکے ہوں گے، انہیں ازخود جنت میں لے جانے کی بجائے اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو یہ اعزاز عطا فرمائیں گے کہ وہ ان کے لیے سفارش کریں۔ اسی طرح روز قیامت حساب وکتاب شروع کرنے کا وقت تو اللہ تعالیٰ نے خود طے کر رکھا ہے اس کے باوجود ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی حضرت محمد ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا سب سے بڑا اعزاز ''مقام محمود'' عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اسی شفاعت عظمیٰ کے نتیجہ میں ہی حساب وکتاب کا آغاز ہوگا۔ جو سفارش ثابت ہے علماء کرام نے اس کے قبول ہونے کے لیے چار شرائط ذکر کی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(أ) سفارش کرنے والا سفارش کرنے کا مجاز ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں ایسے سفارش کرنے والے کے بارے میں بتایا ہے کہ جس سے سفارش طلب کی جاتی ہے وہ سفارش کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہے۔ ﴿**ولا يملك الذين يدعون من دونه الشفاعة إلا من شهد بالحق وهم يعلمون**﴾ [الزخرف ٨٦] ''جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں، وہ سفارش کرنے کا اختیار نہیں رکھتے مگر وہ جو حق بات کی شہادت دیں اور انہیں علم ہو۔''

(ب) جس کے لیے سفارش کی جائے وہ مسلمان موحد ہو۔ ﴿**ما للظلمين من حميم ولا شفيع يطاع**﴾ [المؤمن ١٨] حافظ ابن کثیرؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اور امام بیہقی نے [شعب الإيمان ١/ ٢٠٥] میں (الظلمین) سے کفار مراد لیا ہے۔ البتہ مسٹر ابو طالب اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

(ج) سفارش کرنے والے کو سفارش کی اجازت ملے۔ ﴿**من ذاالذي يشفع عندهٗ إلا بإذنه**﴾ [البقرة ٢٥٥]

(د) سفارش اسی کے لیے ہوگی جس کے لیے اللہ چاہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿**وكم من ملك في**

السمٰوات لا تغني شفاعتهم شيئاً إلا من بعد أن يأذن الله لمن يشآء ويرضٰى ﴾[النجم ۲٦] "اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی؛ مگر اس کے بعد کہ اللہ خود جس کے لیے چاہے اجازت دے اور جسے پسند فرمائے۔" صحیح احادیث سے ثابت شفاعت میں سے ہمارے نبی محمد علیہ الصلاۃ والسلام کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر حظِ وافر حاصل ہوگا۔ امام ابن ابی العزؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی آٹھ قسمیں ہوں گی:

{1} **شفاعت کبریٰ:** یہ وہ شفاعت ہے جسے بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کر سکیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگی کہ جب دوسرے انبیاءِ کرام کے پاس لوگ جائیں گے اور ان سے گزارش کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں کہ حشر کے میدان کی تکلیفوں سے انہیں جلد از جلد چھٹکارا عطا فرمائے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام عاجزی و بے بسی کا اظہار کریں گے۔ پھر لوگ ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے کہ میں سفارش کروں گا اور یہ صرف آپ ﷺ کے لیے خاص ہے اور یہی "مقام محمودؐ" ہے۔ اسی پر اولین اور آخرین آپ کی تعریف کریں گے اور تمام اہل محشر اس سے مستفید ہوں گے۔

{2} رسول اکرم ﷺ اہل جنت کو جنت میں داخل کرانے کے لیے سفارش کریں گے۔ آپ کی سفارش سے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

{3} نبی اکرم ﷺ (**اصحاب الأعراف**) لوگوں کی سفارش کریں گے، جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں؛ تاکہ انہیں جنت میں داخلہ مل جائے۔

{4} نبی اکرم ﷺ اہل جنت میں سے کچھ لوگوں کے درجات بلند کرنے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اجر وثواب دلانے کے لیے سفارش کریں گے۔

{5} کچھ لوگوں کے بارے میں آپ شفاعت فرمائیں گے کہ انہیں بلا حساب جنت میں داخل کر دیا جائے۔

{6} کفار میں سے صرف ابو طالب کے حق میں سفارش کریں گے، تاکہ اس کا عذاب ہلکا کر دیا جائے۔

{7} کچھ لوگوں کے بارے میں حکم ہوگا کہ انہیں جہنم بھیج دیا جائے، تو آپ ﷺ کی سفارش سے انہیں جہنم بھیجنے سے روک لیا جائے گا۔

{8} نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ان مسلمان گنہگاروں کے لیے سفارش کریں گے جنہیں گناہوں کی سزا میں جہنم